رسائل و مسائل

مسائلِ عُشر پر مزید بحث

(۲)

سوال: ماہ اگست کے ترجمان القرآن میں آپ کا جواب پڑھ کر ایک گونہ تسلّی ہوئی۔ مَیں نے گزشتہ سال کی آمدنی کا حساب کر کے نصف عشر نکال لیا ہے، کیونکہ میری تمام اراضی نہری آبی ہے۔ البتہ ایک بات ہنوز تشریح طلب ہے۔ اگر اس سلسلے میں بھی راہنمائی مل جائے تو دل مزید مطمئن ہو جائے اور وسوسہ و اندیشہ بالکل دُور ہو جائے۔ مَیں نے لکھا تھا کہ "پاکستان بن جانے کے بعد ہند و پاکستان کی زمینوں کی ملکیت کی کیفیت بدل چکی ہے۔" اس سے میری مراد یہ ہے کہ پاکستان میں ملکیتِ اراضی تین قسم کی ہے:

(۱) ایسی زمینوں کی ملکیت جو پاکستان بننے سے پہلے مسلم مالکان کی ملکیت تھیں، اور بدستور ان کے قبضے میں ہیں۔

(۲) ایسی زمینیں جو پاکستان بننے سے پہلے غیر مسلم کی ملکیت تھیں، اور پاکستان بننے کے بعد حکومت کے قبضہ میں آئیں اور مہاجرین کو تلافی مافات میں تقسیم کی گئیں۔ یہ زمینیں مہاجرین کو ایک خاص رقم لگان یا خراج کے عوض دے دی گئیں۔ لگان، گورنمنٹ کے شیڈول کے مطابق ہر جنس کے لیے الگ الگ مقرر ہے۔ (کپاس کے لیے الگ، گندم کے لیے الگ، چارہ کے لیے الگ، چاول کے لیے الگ وغیرہ وغیرہ)۔ اس شیڈول کو گورنمنٹ حسبِ ضرورت تبدیل کرتی رہتی ہے۔ یہ خراج یا لگان چند ایک اجناس کے لیے تقریباً دُگنا تک زائد ہو گیا ہے۔ نیز یہ بات بھی زمین الاٹ کرتے وقت مفہوم ہوتی ہے کہ اس کا مالکانہ ہر ششماہی پر لگان یا خراج کی صورت میں ادا کرنا ہو گا۔

(۳) تیسری اقسام اراضی جو گورنمنٹ کی ملکیت تھی، جسے موجودہ گورنمنٹ نے سابقہ گورنمنٹ سے بطور ترکہ حاصل کیا تھا وہ بھی کئی ایک افراد کو بطورِ انعام یا حقِ خدمت ایک مقررہ قیمت پر دے دی گئی۔ ان پر بھی لگان یا خراج مقررہ صورت میں ادا کرنا پڑتا ہے۔ یاد رہے کہ اس قسم کی گرانٹ یا بخشش مفتوحہ ممالک میں اسلامی خدمات کے صلے میں دی جاتی رہی ہے، اور ایسی اراضیات غالباً خراجی شمار ہوتی تھیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ایسی تمام متروکہ اراضی کی نوعیت خراجی ہے جس کا خراج گورنمنٹ بطور مالیہ باقاعدہ وصول کرتی ہے جو سرکاری خزانہ میں داخل کیا جاتا ہے اور سرکاری خزانہ سے افادہ عام میں صرف کیا جاتا ہے۔

تقسیمِ ملک سے قبل گورنمنٹ انگلشیہ تمام ملک کو فتح کر کے زمین کی مالکِ اعلیٰ کی حیثیت اختیار کیے ہوئے تھی۔ اب مسلم مملکت کے وجود میں آنے پر وہ حیثیت مسلم حکومت کو مل گئی ہے گورنمنٹ کو یہ حق ہر وقت حاصل ہے کہ رفاہِ عامہ کے سلسلے میں کسی اراضی پر کسی قومی ضرورت کے لیے قبضہ کر سکتی ہے، یا معاوضہ دے کر حاصل کر سکتی ہے۔ ایسا اختیار لامحالہ خراجی زمینوں پر حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے عہدِ مبارک میں ایران وغیرہ کی جو زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں آئیں، اگر وہ ذمیوں کی قدیم نہروں یا کنوؤں سے سیراب ہوتی تھیں تو اُن پر خراج مقرر کر دیا گیا۔ چنانچہ اس قسم کی زمینیں بعض صحابۂ کرام کے قبضہ میں تھیں اور اُن سے خراج لیا جاتا تھا۔ اگر خود مسلمان نئی نہر یا کنواں کھود کر اُس کی آبپاشی کرتے تو اُن پر رعایتاً عُشر مقرر کیا جاتا (الفاروق حصہ دوم، مؤلفہ شبلی نعمانی، باب صیغۂ محاصل، صفحہ ۱۷۴-۱۷۵)۔ یہ یاد رہے کہ اُس وقت عشر کے محاصل بمقابلہ خراج کے محاصل کے کم اور رعایتی تھے۔ عراق میں بعض بعض جگہ زمین کی لیاقت کے اعتبار سے لگان کی شرح میں تفاوت بھی ہوا۔ (الفاروق حصہ دوم، صیغہ محاصل، ص ۱۶۸)

اِس سلسلے میں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ابتدائی دَور میں جب مسلم حکومتیں اس قسم کے محاصل کی تحصیل کا انصرام کرتی تھیں تو محصّلوں کے اخراجات ان محاصل سے وضع کیے

جاتے تھے۔ اب جبکہ اراضی کے محاصل جمع کر کے عشر کی ادائیگی کی ذمہ داری صاحب پیداوار پر آگئی ہے تو وہ اپنے اخراجات عشر سے وضع کرنے میں حق بجانب ہو گا۔

جواب: (از ملک غلام علی صاحب) آپ نے میرے جواب پر جو متعدد ضمنی اشکالات پیش کیے ہیں، اگر میں ان سب پر مفصل بحث کرنے لگوں تو ایک مضمون لکھنا پڑے گا۔ سردست میں چند ضروری اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

پہلی بات جسے میں ابتدائی جواب میں واضح کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ صرف حنفی مسلک کے مطابق عشر اور خراج ایک زمین میں جمع نہیں ہو سکتے، ورنہ دیگر فقہاء و محدثین کا مسلک یہی ہے کہ مسلمان جس زمین سے بھی پیداوار حاصل کرے، عشر ادا کرے۔ احناف کا مسلک جس روایت پر مبنی ہے، محدثین کے نزدیک اس کی سند قوی نہیں ہے حتیٰ کہ علامہ محمد طاہر بن علی حنفی بھی تذکرۃ الموضوعات، باب الزکوٰۃ میں اسے باطل قرار دیتے ہیں۔ خلفائے راشدین نے جن زمینوں کو خراجی قرار دے کر اُن پر خراج عائد کیا تھا، ان کے بارے میں بھی حدیث و آثار میں یہ تصریح کہیں نظر سے نہیں گزری کہ اگر یہ خراجی زمینیں مسلمانوں کی ملک میں آئیں تو ان پر عشر عائد نہیں ہو گا۔ عشر زمین کی زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ کو صلوٰۃ کے ساتھ رکھ کر ہر مسلمان کو اس کا بطور عبادت مکلف کیا گیا ہے۔ قرآن کا حکم اٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور اٰتُوا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ بالکل عام ہے اور احادیثِ صحیحہ میں عشر کے احکام بالکل عمومی انداز میں ہیں۔ مستند ترین احادیث جو عشر سے متعلق ہیں، ان میں خراجی زمین کے استثناء کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اسی لیے دوسرے فقہاء نے یہی سمجھا ہے کہ خلفاء راشدین کا خراج عائد کرنا زمین کے مالکانہ حقوق و استفادہ کا معاوضہ تھا، مگر یہ عشر کا قائم مقام نہیں ہو سکتا تھا، نہ عشر اس سے ساقط ہو سکتا تھا۔ اسی لیے حنفیہ نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اگر کوئی زمین فی الواقع عشری ہو لیکن غلطی سے اسے خراجی سمجھ کر خراج عائد یا ادا کر دیا گیا ہو تو اس کے باوجود عشر واجب الادا رہے گا۔ جو زمین حکومت کی مملوکہ ہو اور اسے پہلی بار مسلمان کے تصرف میں دیا جائے، وہ بلا اختلاف عشری ہے خواہ مسلمان کی ملک، تصرف یا قبضہ کی نوعیت کچھ ہی ہو۔

پھر یہ قاعدہ بھی کوئی ہمہ گیر اور مسلّم قاعدہ نہیں ہے کہ اسلامی حکومت کی عملداری میں آنے کے وقت جو زمین غیر مسلم کی تھی وہ ہمیشہ عشری کے بجائے خراجی رہے گی اور اس پر کبھی عشر عائد نہ ہوگا۔ حرمین اور ان کے گرد و نواح کی متعدد اراضی ایسی تھیں جو عشر و زکوٰۃ کے احکام نازل ہونے کے بعد فتح مکّہ کے وقت غیر مسلموں کی ملک میں تھیں، لیکن ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے خراجی قرار نہیں دیا اور جب وہ مسلمانوں کی ملک میں آئیں تو ان سے عشر وصول کیا گیا۔

غیر مسلموں کی متروکہ اراضی جو قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کو دی گئیں، ان کے لگان وغیرہ کی جو تفصیلات آپ نے بیان کی ہیں یہ مجھے مسئلہ زیر بحث سے غیر متعلق نظر آتی ہیں۔ جن مہاجرین کو اب ان زمینوں پر مالکانہ حقوق مل گئے ہیں، مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ سرکاری واجبات کے معاملے میں ان کے اور مقامی لوگوں کے مابین کوئی امتیاز یا تخصیص باقی رہ گئی ہے۔ اور بالفرض ایسا ہو بھی تو میں پہلے یہ عرض کر چکا ہوں کہ مالک پیداوار میں سے لگان مالیہ وغیرہ وضع کر کے بقیہ حاصلات پر عشر ادا کر سکتا ہے لیکن اس استدلال کو میں ہرگز صحیح نہیں سمجھتا کہ اس لگان وغیرہ کو خراج کا نام دے کر اسے عشر کا بدل یا قائم مقام سمجھ لیا جائے اور عشر سرے سے دیا ہی نہ جائے۔

آپ کی یہ دلیل بھی عجیب و غریب ہے کہ پہلی مسلم حکومتیں محاصل واجبہ کی تحصیل پر خود اخراجات برداشت کرتی تھیں، لیکن اب عشر کی ذمّہ داری صاحب پیداوار پر آ گئی ہے، اس لیے وہ اپنے اخراجات عُشر سے وضع کرنے میں حق بجانب ہو گا۔ مسلم حکومت عُشر، زکوٰۃ، خراج کے عاملین پر جو کچھ خرچ کرتی تھی وہ ان محاصل کا ایک ادنیٰ جزو ہوتا تھا، ورنہ محاصل کی آمدنی اس سے بہت زائد ہوتی تھی جو عاملین کا معاوضہ ادا ہونے کے بعد دوسرے مصارف متعینہ پر صرف ہوتی تھی۔ آج ایک زمیندار جو عشر انفرادی طور پر دیتا ہے، میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کی ادائیگی پر اسے کیا مزید خرچ برداشت کرنا پڑا ہے جسے آپ محصّلین و عاملین کے معاوضوں کا بدل قرار دے کر عشر میں شمار کرنا چاہتے ہیں؟ اور اگر اخراجات سے آپ کی مراد اخراجات کاشت اور فصل کی دیکھ بھال، کٹائی وغیرہ کے اخراجات ہیں، تو اس کی کوئی مماثلت عاملین کی تنخواہ سے نہیں ہے۔ پھر ان اخراجات کو عاملین کے اخراجات کا نام دے کر عشر میں محسوب

کرنا کیسے جائز ہوگا؟

عجم کی مفتوحہ اراضی اور انگریزی اقتدار کے اختتام وغیرہ سے جو استنباط آپ نے قائم کیا ہے وہ بھی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ انگریزی حکومت کا خاتمہ یا پاکستان کا قیام اس طرح عمل میں نہیں آیا کہ کسی بیرونی اسلامی مملکت کی فوج کشی یا الٹی میٹم سے فتح ہو کر کوئی علاقہ اسلامی ریاست کا جز بنا ہے۔ بلکہ جن علاقوں میں مسلمان محکوم تھے مگر اکثریت میں تھے انہیں خود مختاری حاصل ہوگئی ہے اور وہاں سے بعض غیر مسلموں کا اخراج ہو گیا ہے۔ اس لیے میرے نزدیک شرعی احکام کی نوعیت میں اگر کچھ تبدیلی ہوئی ہے تو وہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی اراضی متروکہ جو مسلمانوں کو ملی ہیں وہ بھی عشری ہوگئی ہیں۔

(بقیہ اشارات)

کے بارے میں مشورہ لیا، اور پھر مارچ ۱۹۶۱ء میں ایک آرڈی ننس کے ذریعہ ان کو نافذ فرما دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس کمیشن کی رپورٹ کیا عوام کی نمائندہ کسی مجلس مقننہ کے سامنے پیش کی گئی؟ اور کیا ایسی کسی مجلس نے اس کی سفارشات کو منظور کر کے مسلمانوں کے لیے یہ عائلی قانون بنایا؟ اور کیا اس قانون کے بنانے سے پہلے ملک میں کوئی کھلا مباحثہ بھی ہوا جس سے عوام کے سامنے ہر نقطۂ نظر کے دلائل آئے ہوں اور یہ پتہ چلا ہو کہ عام مسلمانوں کی اکثریت اس معاملہ میں کیا رائے رکھتی ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی سوال کا جواب بھی اثبات میں نہیں دیا جا سکتا۔

پھر ہم نہیں سمجھ سکے کہ کمیشن کے سات ارکان، خواہ وہ کیسے ہی فاضل ہوں، اور جسٹس ابراہیم اور جسٹس منظور قادر جیسے چند ماہرین قانون، خواہ ان کا علمی مرتبہ کتنا ہی بلند ہو، اس بات کے کس بنا پر اہل قرار پا گئے کہ تمام مسلمانوں کی زندگی سے جو مسائل متعلق تھے ان کے بارے میں اسلامی اصولوں کا تعین وہ کر دیں اور اس کو ایک فرمان کے ذریعہ سے نافذ کر دیا جائے؟ کیا اس کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ اسلامی اصولوں کے تعین کی اہلیت سے صرف علمائے دین ہی محروم ہیں، دوسرے فضلاء یہ اہلیت رکھتے ہیں؟ اور دوسرے فضلاء جب اپنی